احادیث نبویہ کی حجیّت و حفاظت

اخذ و روایت میں صحابہ اور محدثین کا غایت درجہ کا احتیاط

(مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری)

(۹)

(مارچ ۱۹۵۹ء سے پیوستہ)

احتیاط صحابہ و تابعین و محدثین صحابہ کرام اور تابعین عظام ضبط روایت میں اصطلاحاً کمال اعتناء کے ساتھ ہی محتاط بھی اس درجہ کے تھے کہ دو مترادف الفاظ میں جو معنیً ایک ہوتے ہیں روایت کرتے ہوئے یہ بتا دیتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ فلاں راوی کے بیان میں یہ ہے اور فلاں راوی کے بیان میں یہ ہے اس کی نظریں کتب حدیث میں خصوصاً مسند احمد اور مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے۔

(۱) حضرت انس رضؓ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں ومعنا عُکّازۃٌ او عَصًا[۱] ادنیٰ فرق کے ساتھ دونوں کے معنی لاٹھی کے ہیں اس لئے ضبط الفاظ میں احتیاط کے لئے او کے ساتھ دونوں لفظوں کو بیان کر دیا۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سترہ کے بیان میں جو حدیث صحابہ سے مروی ہے اس میں صرف اربعین کا لفظ ہے لیکن اس سے کیا مراد ہے۔ چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال؛ چونکہ کوئی تعیّن نہیں ہے اسی لئے آخر تک تمام محدثین نے اسی طرح ابہام کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحؒ نے محدث ابوالنصر کا مقولہ نقل کیا ہے۔ قال لا ادری قال اربعین یوماً او شہراً او سنۃ[۲]

(۳) حضرت عائشہ رضؓ نے ایک حدیث کے بیان میں عشاء یا عتمہ کا لفظ استعمال کیا اگرچہ معنیً دونوں ایک سے ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کی تعبیر کن لفظوں سے تھی۔ حضرت عائشہ رضؓ کے تلامذہ اور دیگر ائمہ حدیث نے احتیاطاً دونوں لفظوں کی روایت کر دی کہ حضرت عائشہ رضؓ نے اعتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] صحیح بخاری جلد اول ص۱ [۲] صحیح بخاری جلد اول ص۷۳

بالعشاء فرمایا تھا یا اعتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالعتمۃ فرمایا تھا[۱]

(۴) لاانضامون ولا تضاھون میں معنیٰ کچھ فرق نہیں ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کیا فرمایا تھا حضرت جریر بن عبداللہ نے احتیاطاً دونوں لفظوں کی روایت کر دی[۲]

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ حدیث میقات احرام میں صرف ایک جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ سن سکے بلکہ دوسروں سے سنا تو خاص طور پر اس کا اظہار کر دیا کہ حدیث ویھل اھل الیمن من یلملم لم افقہ ھذہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویزعمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ویھل اھل الیمن من یلملم[۳] یعنی انہوں نے غایت درجہ احتیاط کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث میقات کی پوری تفصیل تو خود میری سنی ہوئی ہے۔ لیکن اہل یمن کے میقات کا ٹکڑا میں نے دوسروں سے سنا انہوں نے کمال احتیاط سے ان کی نسبت ان دیگر اصحاب کی طرف کر کے روایت کی۔

(۶) حضرت جابر بن سمرۃؓ کا ایک واقعہ اس طرح کا ہے فرماتے ہیں سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون اثنا عشر امیرا فقال کلمۃ لم اسمعھا فقال ابی انہ قال کلھم من قریش[۴] یعنی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے اس کے بعد آپ نے کچھ اور فرمایا جسے میں نہیں سن سکا تو میرے والد سمرۃؓ نے مجھے تبلایا کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ سب امیر قبلیہ قریش سے ہوں گے، دیکھئے حضرت جابرؓ نے غایت درجہ احتیاط سے یہ واضح کر دیا کہ اس قدر تو میں نے خود سنا اور یہ ٹکڑا میرے والد نے مجھے بتایا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست اسے نہیں سمجھ سکا تھا۔

(۷) حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوالدرداء وغیرہ سے متعلق حافظ سخاویؒ نقل فرماتے ہیں کہ جب یہ کوئی روایت بیان فرماتے ہیں تو اس کے ساتھ بنظر احتیاط او کما قال بھی فرماتے[۵]

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ الفاظ نبوی کو صحت وضبط کے ساتھ بیان کرنے کے باوجود احتیاطاً یہ بھی فرماتے اما فوق ذالک واما دون ذلک واما قریب من ذالک[۶]

---

[۱] صحیح بخاری جلد اول ص۸ [۲] ایضاً ص۱ [۳] فتح المغیث ص۲۹ [۴] ایضاً [۵] فتح المغیث [۶] ایضاً۔

(۹) حضرت ابو الدرداء بیان حدیث کے بعد فرماتے قال ھذا او نحو ھذا او شبہ ھذا[1] یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہی تھے یا اس کے مانند یا اس کے قریب قریب تھے حالانکہ مفہوم و معنی بلاشبہ درست ہوتا بلکہ اکثر الفاظ بھی وہی ہوتے لیکن بخوف حدیث من کذب علی متعمدا بیان روایت کے وقت ضبط الفاظ کے معاملہ میں پر حذر رہتے۔

(۱۰) محدثین نے الفاظ کے تقدیم و تاخیر میں بر موقع شک بیان کر دیا کہ پہلے یہ لفظ تھا یا وہ لفظ تھا۔ مثلاً ایک حدیث میں والانصار عیبتی وکرشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یا کرشی وعیبتی فرمایا تھا یا حدیث اسلم وغفار میں اسلم وغفار تھا یا غفار واسلم تھا اسی طرح محدث عاصم نے حدیث اوسعوا علی انفسکم اذا وسع اللہ علیکم کے متعلق فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسی ترتیب سے تھا یا اس طرح تھا اذا وسع اللہ علیکم فاوسعوا علی انفسکم[2]

ان تمام مواقع پر نہ الفاظ بدلتے ہیں نہ معنی صرف الفاظ کی تقدیم و تاخیر ہوتی ہے اور شک یہ ہو جاتا ہے کہ ترتیب میں کون سا لفظ پہلے تھا۔ احتیاطاً محدث نے دونوں ترتیب کا تذکرہ کر دیا تاکہ الفاظ نبوی کی جو ترتیب ہو وہ صحیح طور سے سامنے آجائے۔

(۱۱) امام شافعیؒ نے امام مالک سے ایک روایت لی اس میں ایک زمانہ کے بعد امام شافعیؒ کو شک ہو گیا کہ حدیث میں لفظ حتی یاتی حاذنی من الغابۃ او جاریتی من الغابۃ بوجہ شک امام شافعیؒ کسی جانب کو ترجیح نہ دے سکے تو واضح طریقہ سے بتا دیا کہ یہ شک مجھے ہو گیا، میرے شیخ امام مالک کو شک نہ تھا۔ حافظ سخاوی ناقل ہیں قال انا شککت وقد قرأته علی مالك صحيحا لا شك فيه ثم طال علی الزمان ولم احفظ حفظا فشککت[3] یعنی میں نے اپنے شیخ امام مالک سے اسے بغیر شک کے حاصل کیا تھا بعد میں ایک مدت دراز گزرنے پر خود مجھے صحیح طریقہ سے یاد نہ رہ گیا تو اب یہ شک مجھے عارض ہوا ہے

(۱۲) ایک محدث نے حدیث اشتری النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلۃ بسبع و عشرین ناقۃ کے متعلق فرمایا کہ میرے حافظہ میں یہاں لفظ حلّہ ہے اور میری کتاب میں حلّہ

[1] فتح المغیث ص۲۷۹ [2] ایضاً ص۲۹۸ [3] ایضاً ص۲۹

کے بجائے ثوبین کا لفظ ہے حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ حلّہ اور ثوبین میں کوئی تنافی نہیں ہے لیکن محدث نے کمال احتیاط سے اس فرق کو بھی ظاہر کر دیا حالانکہ مفاد دونوں کا ایک ہی ہے[1]۔ حافظ ابن الصلاح بھی حافظہ اور کتاب کا لفظی تفاوت کے بیان کر دینے کو احسن فرماتے ہیں[2]

(۱۳) ایک بار امام شعبہ نے اپنی یادداشت سے ایک مرفوع حدیث سنائی اور اس کے بعد کہا انه فی حفظه کذلك وفی زعم فلان وفلان خلافه یعنی میرے حافظہ میں تو اسی طرح ہے لیکن فلاں و فلاں محدث کے حافظہ میں الفاظ اس کے خلاف ہیں۔ تو حاضرین درس میں سے ایک صاحب نے کہا حدثنا بحفظك ودع عن فلان وفلان۔ یعنی ہمیں آپ صرف اپنے حافظہ سے حدیث سنائیے۔ اور فلاں فلاں کے حافظہ کا ذکر چھوڑیئے۔ امام شعبہ نے جواب دیا ما احب ان عمری فی الدنیا عمر نوح وانی حدثت بهذا وسکت عن هذا[3]۔ یعنی "اگر میری عمر نوح کی عمر کے برابر ہو جائے تو بھی میری یہ خواہش کبھی نہ ہوگی کہ میں اس حدیث کے بیان کے بعد فلان و فلاں کے اختلاف الفاظ کو نہ بیان کروں" مطلب یہ کہ جب وہ وقت بھی آ جائے کہ صد ہا برس کی عمر پاکر تمام متقدمین و معاصرین کے خاتمہ کے بعد صرف میرا طنطنۂ علمی اور جلالت شان باقی رہ جائے۔ تو بھی میں یہ نہ کروں گا کہ دوسرے حفاظ متقدمین کے الفاظ کا تذکرہ نہ کروں۔ حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں اذا خالفه فیما یحفظه بعض الحفاظ فلیقل فی حفظی کذا وکذا وقال فیه فلان کذا وکذا[4] یعنی اپنے اور دوسرے امام کے حافظہ میں جو فرق ہو اسے واضح کر دیا جائے۔

یہاں تک احتیاط الفاظ کا بیان کیا گیا اب دوسری طرح کے احتیاطوں کی مثالیں دیکھئے۔

(۱۴) **اخذ و سماع اور طریقہ روایت میں احتیاط** ایک بار حافظ سہیل بن ابی صالح ایک حدیث بھول گئے۔ اور ان کے شاگرد امام ربیعہ کو وہ روایت یاد رہی (امام ربیعہ امام مالکؒ کے مشہور شیوخ میں سے ہیں) جب امام ربیعہ نے یاد دلایا کہ آپ ہی نے مجھ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے تو محدث سہیل اس روایت کو بیان کرنے لگے۔ مگر کمال احتیاط ملاحظہ ہو کہ وہ اس روایت کو اپنے شاگرد کے واسطہ سے اس طرح بیان کرنے لگے اخبرنی ربیعة وهو عندی ثقة انی

[1] فتح المغیث ص۲۷۴ [2] مقدمہ ابن الصلاح ص۱۰۴ [3] فتح المغیث ص۲۷۵ [4] مقدمہ ابن الصلاح ص۱۰۱

حدثنہ ایاہ ولا احفظہ[1] یعنی مجھے ربیعہ نے خبر دی جو میرے نزدیک ثقہ ہیں کہ میں نے ان کو یہ حدیث سنائی تھی لیکن خود مجھے یہ حدیث یاد نہیں رہی اس لئے میں اپنے حافظہ سے نہیں ایک لائق اعتماد ثقہ شخص ربیعہ کے حافظہ کے واسطہ سے روایت کرتا ہوں" اس واقعہ کے پیش نظر ہمارے محدثین کرام کا بیان حدیث میں انتہائی احتیاط کا ملحوظ رکھنا صاف ظاہر ہے۔

(۱۵) امام ابوداؤد کو اپنے شیخ حارث بن مسکین پر قرأت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے امام ابوداؤد نے سمعتُ یا حدَّثنی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ کمال احتیاط فی الروایت ملحوظ فرما کر ایسے موقعہ پر سند میں صاف بیان کر دیا قری علی حارث بن مسکین وانا شاھد[2]۔

(۱۶) اسی طرح امام نسائی کا بھی واقعہ ہے کہ محدث حارث بن مسکین قاضی مصر امام نسائی سے کسی معاملہ میں ناراض تھے اس لئے امام نسائی ان کی مجلس درس میں حاضر نہ ہو سکتے تھے پس وہ اسی جگہ چھپ کر بیٹھتے تھے کہ حارث بن مسکین کی نظر امام نسائی پر نہ پڑ سکتی تھی۔ اور امام نسائی وہاں سے بیٹھ کر باطمینان سماع کر لیتے لیکن کمال تورع و احتیاط سے حدثنی یا سمعت نہیں فرماتے بلکہ قرئ علی الحارث بن مسکین وانا اسمع فرماتے[3]۔

افادہ:۔ حافظ ابن الصلاحؒ آئمہ سلف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ استاد کا بدوں علم جو سماع حاصل ہو وہ جائز ہے اور اس کی روایت بھی درست ہے[4]۔

(۱۷) حافظ خطیب بغدادی کے شیخ حافظ برقانیؒ سمعت حین یتحدث عن ابی القاسم کے الفاظ کے ساتھ حافظ ابوالقاسم سے روایت کرتے ایک موقعہ پر امام خطیب بغدادی نے اپنے شیخ سے سوال کیا کہ صراحۃً آپ حدثنی ابوالقاسم یا سمعت عن ابی القاسم کیوں نہیں فرماتے تو ان کے شیخ برقانی نے کہا کہ شیخ ابوالقاسم باوجود ثقاہت و دیانت وصلاح و تقوےٰ کے بیانِ روایت میں بڑے متشدد تھے۔ ہر شخص کو سماع حدیث کی اجازت نہ تھی چونکہ مجھے حضوری درس کی اجازت نہ تھی اس لئے میں اسی جگہ بیٹھ کر سماعِ حدیث

[1] فتح المغیث ص۱۴۵ و مقدمہ ابن الصلاح ص۵۳ [2] فتح المغیث ص۱۶۳ و ظفر الامانی ص۲۹۱ [3] ایضا
[4] مقدمہ ابن الصلاح ص۶۹۔

کرتا کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکتے ہیں وہاں سے چھپ کر سن لیتا پس چونکہ یہ بیان حدیث میرے لیئے نہ ہوتی تھی اس لیئے میں سمعت عن ابی القاسم نہیں کہہ سکتا۔ اس لیئے بنظر احتیاط میں اس طرح روایت کرتا ہوں سمعت حین التحدیث عن ابی القاسم یعنی میں نے ابوالقاسم سے براہ راست نہیں سنا بلکہ جب وہ روایات کی تحدیث فرما رہے تھے تو میں نے سماع کر لیا تھا۔ تاکہ صورتِ حال کی صحیح تصویر سامنے آجائے[1]

افادہ۔ حافظ ابن الصلاح مزید فرماتے ہیں اس قسم کا سماع اور اس کے بعد روایت دونوں ہی جائز ہیں۔ استاد ابو اسحاق اسفرائینی وغیرہ کی یہی رائے ہے البتہ طریقہ سماع کی وضاحت کر دینی چاہیئے[2]

(۱۸) امام شعبہ فرماتے ہیں کہ جن روایات کو میں خود کسی محدث سے نہیں سنتا اس کی تعبیر قال فلان سے کرنے کو زناکاری کی طرح حرام سمجھتا ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید ظلم سمجھتا ہوں ان کے الفاظ یہ ہیں لان ازنی احب الی من ان اقول قال فلان ولم اسمعہ منہ[3]

(۱۹) بعض محدثین اپنی روایات کو صرف اہل ترین شاگردوں سے بیان کرنے کے لیئے یہ انتظام بھی کرتے تھے کہ اپنے لائق تلامذہ کو مجلس درس کے کمرہ میں محفوظ بٹھا کر باہر دربان مقرر کر دیتے کہ کوئی دوسرا شخص مجلس درس میں حاضر نہ ہو سکے اور بعض یہ بھی کرتے تھے کہ مجلس درس سے باہر درس حدیث کی آواز ناقابل سماع ہونے کے لیئے کسی مزدور سے کمرہ کے باہر یوں ہی ہاون دستہ کوٹواتے تھے کہ محدث کی آواز اور قرأت پر ہاون دستہ کی کھٹا کھٹ غالب آجائے اور دروازہ کے باہر اور اس کے آس پاس کے بیٹھنے والوں تک محدث کی آواز نہ پہنچ سکے۔ اور اسے بیرونی لوگ نہ سن سکیں۔ جو محدث کے نزدیک اداء روایت و حفظ حدیث میں قابل اطمینان نہ ہوں[4]

(۲۰) محدثین نے تو یہاں تک احتیاط کیا ہے کہ ایسے شیخ کی روایت و سماع کو قبول نہیں کیا جو مریض یا اتنے ضعیف ہوں کہ تلامذہ کی قرأت کی تصحیح نہ کر سکتے ہوں بلکہ تلامذہ کے سوالات پر صرف لا یا نعم کہہ سکتے ہوں ایسے شیوخ سے روایت اور سماع محدثین کے نزدیک جائز نہیں ہے[5]

[1] مقدمہ ابن الصلاح ص۶۱ وکذا فی فتح المغیث ص۱۷۳ [2] مقدمہ ابن الصلاح ص۶۹ [3] فتح المغیث ص۱۷۴ [4] ایضاً ص۱۷۳ [5] ایضاً ص۱۸۰

(۲۱) **بیان حدیث میں احتیاط** محدثین کرام نے اس طرح بھی احتیاط کیا ہے کہ محض اپنے حفظ کے بھروسہ پر تلاندہ کو احادیث نہ لکھواتے نہ بیان کرتے بلکہ اصل کتاب بھی اپنے سامنے رکھتے تھے۔ امام احمد نے اس کا مشورہ حضرت علی ابن مدینی اور یحییٰ بن معین جیسے حفاظ کو دیا تھا امام احمد بن حنبل نے فرمایا لا تحدث الا من کتاب ولاشك ان الحفظ خوان[1]۔ یعنی کتاب سامنے رکھ کر بیان کریں کیونکہ حافظہ میں کمزوری بھی واقع ہو سکتی ہے۔ حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں ولذالك متنع جماعة من اعلام الحفاظ عن روایة ما یحفظونه الا من کتبهم[2] یعنی بغیر کتاب کے محض حافظہ کے بھروسہ پر بڑے بڑے آئمہ نے حدیث کی روایت نہیں کی۔

(۲۲) **نقل روایت میں احتیاط** محدثینؒ نے اس طرح بھی احتیاط ملحوظ رکھا ہے کہ اپنے تلاندہ کو اس وقت تک اپنی کتابوں سے نقل کردہ احادیث کی روایت کی اجازت نہیں دی جب تک کہ تلاندہ کی منقولہ احادیث کا اپنی اصل کتاب سے مقابلہ وتصحیح نہ کر لیتے چنانچہ امام احمد بن حنبل نے اپنے تلاندہ کو اجزاء منقولہ کے روایت کی اجازت مقابلہ وتصحیح کے بعد دی[3]

(۲۳) امام اوزاعی نے بھی اپنے تلاندہ کو نقل کردہ احادیث کی روایت کی مقابلہ وتصحیح کے بعد اجازت دی[4] حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ محدث نے اپنے منقولہ کتاب کے روایت کی اجازت بلانظر و بلامقابلہ اگر کسی کو دے دی تو یہ اجازت صحیح نہ ہوگی[5]

(۲۴) اسی طرح حضرت عروہؓ نے (جو ایک جلیل القدر تابعی حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں) اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا کہ تم نے میری حدیثوں کو لکھا تو اصل سے مقابلہ بھی کر لیا یا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا تو پھر تم نے جو کچھ لکھا وہ سب کالعدم ہے[6]

(۲۵) اسی طرح امام قعنبی نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ تم نے میری روایات کو میری کتاب سے نقل کیا تو اس کا مقابلہ کیا یا نہیں، طالب علم نے جواب دیا کہ مقابلہ تو اب تک نہیں ہوا۔ فرمایا فلم تصنع شیئاً تو پھر تم نے کچھ نہیں کیا[7]

---

[1] فتح المغیث ص۲۶۹ [2] مقدمہ ابن الصلاح ص۱۱۱ [3] فتح المغیث ص۲۱۶ وکذا قال الحافظ فی ابن الصلاح ص۷۸، ص۹۱ [4] فتح المغیث ص۲۱۵ [5] مقدمہ ابن الصلاح ص۷۹ [6] فتح المغیث ص۲۱۵۔ الکفایہ للخطیب ص۲۳۷۔ مقدمہ ابن الصلاح [7] فتح المغیث ص۲۱۵۔

ان روایات سے محدثین کا کمال احتیاط ظاہر ہے۔ ان حضرات آئمہ نے احادیث کی غایت صحت اور ضبط روایت کے لئے ان تمام اصول وضوابط کو پیش نظر رکھا کہ باوجود حافظہ کے اصل کتاب سے مقابلہ اور تصحیح کو لازمی قرار دیا اور بعد التصحیح روایت کی اجازت دی۔

(۲۶) **حلفیہ بیان اور غایت احتیاط** | محدثین کرام نے اس طرح بھی احتیاط کیا ہے کہ جب ان کو شیوخ کے کسی حدیث کی متن یا سند میں کچھ شبہ گزرا جسے وہ خود حل نہ کر سکے تو اپنا شبہ ظاہر کر کے کمال صحت معلوم کرنے کے لئے بادب درخواست کرتے کہ آپ حلف سے بیان کریں کہ آپ نے اس حدیث کو فلاں عن فلاں اسی طرح سنا ہے چنانچہ ایک بار حافظ الحدیث یحییٰ بن معین نے بیس ہزار حدیثوں کو پرکھ پرکھ کر قبول کیا۔ صرف ایک حدیث کی سند میں ان کو شبہ گزرا۔ وجہ شبہ ظاہر کر کے ابن معین نے اطمینان کامل حاصل کرنے کے لئے اپنے شیخ سے کہا کہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں آپ سے اس بارہ میں ایک سوال کر لوں جب شیخ نے اجازت دی تو کہا اتحلف لی انک سمعتہ من ھمام[1] یعنی کیا آپ میرے خاطر یہ حلف اٹھا سکتے ہیں۔ کہ آپ نے قطعی طور سے اس روایت کو ہمام سے سنا ہے۔ شیخ نے جواب بڑی تفصیل سے دیا۔ آخر میں کہا میری اہلیہ بنت عاصم کو تین طلاق پڑ جائیں۔ اگر میں نے اس روایت کو بایں طور ہمام سے نہ سنا ہو۔

(۲۷) اسی طرح ایک محدث نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس کو فلاں صاحب سے سنا ہے۔ شیخ قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا ای واللہ الذی لا الٰہ الا ھو یعنی قسم وحدہٗ لاشریک لہ کی کہ میں نے اسی طرح سنا ہے۔

(۲۸) اسی طرح محدث زید بن وہب (تابعی) تلامذہ وحاضرین درس کے اطمینان کامل کے لئے حلف اٹھا کر حدیثوں کو بیان کرتے تھے۔ مثلاً فرماتے حدثنا واللہ ابوذر بالربذۃ[2]

(۲۹) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی بنظر احتیاط ماسوا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے باقی سب راویان حدیث سے احادیث کو حلف اٹھوا کر ہی قبول کرتے۔ امام ذہبیؒ حضرت علیؓ سے ناقل ہیں فاذا حلف صدقتہ کہ جب راوی حدیث حلف اٹھا لیتا کہ میں نے آنحضرتؐ سے

---

[1] فتح المغیث ص۲۶۶ [2] ایضاً

اسی طرح سنا اور یاد رکھا ہے تو میں ایسے مصدقہ حدیث کو قبول کر لیتا[۱]

(۳۰) **شیوخ کا طریقۂ درس اور احتیاط**۔ محدثین نے احادیث کو صحیح طریقہ سے ذہن نشین کرنے اور حافظہ میں محفوظ رکھنے کے خیال سے یہ بھی کیا ہے کہ اپنے شیوخ سے صرف دو دو چار چار حدیثوں کو حاصل کیا اور اس کو سینوں اور سفینوں میں محفوظ رکھا اور شیوخ نے بھی تلامذہ کو کمال ضبط کے خیال سے صرف چند حدیثوں کو قلم بند کرایا چنانچہ امام مالکؒ اپنے شیخ امام نافعؓ سے اخذ حدیث کا حال بیان کرتے ہیں کہ میں دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں امام نافع (مولی ابن عمرؓ) کے مکان پر حاضر ہوتا اور ان کے نکلنے کا انتظار کرتا جب وہ خود باہر تشریف لاتے اور مسجد میں جا کر صحن میں اطمینان سے بیٹھ جاتے تو میں ان سے بروایت عبد اللہ بن عمر چند حدیثوں کو حاصل کرتا اور جلد سبق بند کر دیتا[۲]

(۳۱) امام مالک خود بھی بیانِ حدیث میں احتیاط فرماتے، زیادہ سے زیادہ صرف چھ سات احادیث آنے والوں کو سناتے۔ حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ ایک بار کوفہ سے ایک جماعت امام مالک کی خدمت میں مدینہ آئی تو امام مالک نے ان کو صرف سات حدیثیں سنائیں۔ اس جماعت نے سوچا کہ ہم کوفہ سے مدینہ کا طویل فاصلہ طے کر کے آئے ہیں کچھ اور بھی حاصل کر لیں۔ اس لئے ان لوگوں نے مزید حدیثوں کے بیان کی امام مالکؒ سے درخواست کی کہ امام مالکؒ نے پسند نہیں فرمایا اور ان سب کو اٹھا دیا اور سات حدیثوں سے زیادہ کسی کو کچھ نہ سنایا[۳]

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام و آئمہ حدیث نے خود بھی تھوڑا تھوڑا حاصل کیا اور تھوڑا تھوڑا اپنے تلامذہ اور رفقاء کو بھی سنایا کہ کمال ضبط و حفظ روایت ان کے نزدیک مقصود اصلی تھا اس سے زیادہ حصولِ ضبط و حفظ اور غایت احتیاط کیا ہو گی۔

(۳۲) امام شعبہؒ، معمرؒ، ابن علیہؒ وغیرہ کے متعلق امام خطیب بغدادیؒ اپنی کتاب الجامع لآداب الراوی و اخلاق السامع میں نقل کرتے ہیں کہ حضرات اپنے شیوخ سے صرف چار چار احادیث کا سماع کر کے واپس آجاتے تاکہ ان حدیثوں کو اچھی طرح محفوظ اور ذہن نشین کر لیں[۴]

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ جلد اوّل و فتح المغیث ص ۲۶۶ [۲] الدیباج المذہب لابن فرحون ص ۲ [۳] فتح المغیث ص ۳۲۶

[۴] فتح المغیث ص ۳۳۱ و مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۹۔

(۳۳) جس طرح امام شعبہ خود بھی صرف تین یا چار حدیثوں کو اساتذہ سے حاصل کرتے اسی طرح وہ اپنے طلبہ کو بھی بالعموم صرف تین، چار حدیثوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید قطان جیسے حفّاظ حدیث کو تین چار سے دس حدیث کے درمیان تعلیم دیتے تھے۔ امام خطیب بغدادیؒ امام قطان کا مقولہ نقل کرتے ہیں لزمت شعبة عشرين سنة فما كنت ارجع من عنده الا بثلثة احاديث وعشرة اكثر ما كنت اسمع منه[۱] کہ امام شعبہ تین سے دس حدیث کے درمیان تعلیم دیتے تھے اس طرح مجھے وہاں بیس برس تک ٹھہرنا پڑا بالعموم وہ تین حدیث پڑھاتے گاہے گاہے اس سے کچھ زیادہ بھی پڑھا دیتے۔

امام ذہبیؒ نے یحییٰ بن سعید قطان کا بیان نقل کیا ہے ان سے کسی نے پوچھا کم صحبته یعنی امام شعبہ کے پاس آپ نے کتنا زمانہ گذارا۔ انہوں نے کہا عشرین سنة یعنی بیس برس تک ان کے پاس تحصیل حدیث میں مصروف رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام شعبہ احادیث کی بہت تھوڑی مقدار کی تعلیم دیتے تھے[۲]

(۳۴) اسی طرح امام غندر بصری بھی علم حدیث کے سلسلہ میں امام شعبہ کے پاس بیس برس تک حاضر رہے[۳]

(۳۵) اسی طرح امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں صرف چار یا پانچ حدیثوں کا امام اعمش و امام منصور سے سماع کر کے واپس پلٹ آتا۔ اور اس سے زیادہ حدیثوں کو محض اس اندیشہ سے حاصل نہیں کرتا کہ وہ حافظہ کے قابو سے باہر نہ ہو جائیں ان کے الفاظ یہ ہیں اسمع اربعة احاديث او خمسة ثم انصرف كراهية ان تكثر وتفلت[۴]

اس کا حاصل یہی ہے کہ میں روزانہ چار پانچ حدیث سے زیادہ کا سماع نہیں کرتا۔

(۳۶) اسی طرح امام سفیان بن عیینہ کا بھی دستور تھا کہ روزانہ صرف پانچ حدیثوں کو پڑھاتے تھے اور اس دستور سے ہٹنے اور مزید سنانے کے لئے کبھی آمادہ نہ ہوتے[۵]

(۳۷) یہی دستور اور یہی پابندی سلیمان تیمی بھی فرماتے تھے۔ امام سلیمان تیمی پہلے آنے والے

---

[۱] تاریخ خطیب جلد ۹ صفحہ ۱۳۶ [۲] تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۸۳ [۳] حاشیہ تذکرہ بحوالہ جلد اول صفحہ ۲۷۶ و تاریخ صغیر صفحہ ۲۱۸ [۴] فتح المغیث صفحہ ۳۳ [۵] تاریخ ابن عساکر جلد دوم صفحہ ۴۱۵۔

طلبہ کا امتحان لیتے اور ان میں سے معیار سلف پر اترنے والے طلبہ کو درس حدیث میں شرکت کی اجازت دیتے اور حسب ضابطہ صرف پانچ حدیثوں کی اوسط سے تعلیم دیتے۔ حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ اگر طالب علم تقدیر وغیرہ امور کا منکر ہوتا تو مجلس درس میں شرکت کی اجازت ہی نہ دیتے اور اگر امور تقدیریہ کا قائل ہوتا تو اس سے حلف لیتے۔ فاذا حلف حدثه خمسة احادیث[1] یعنی جب وہ حلف اٹھا لیتا تو اس کو صرف پانچ حدیثیں سناتے۔ مقصد یہ تھا کہ حدیثوں کو اچھی طرح محفوظ اور ذہن نشین کریں۔ امام بخاریؒ نے بھی سلیمان تیمی کے اس دستور کے متعلق لکھا ہے وھو یحدث الشریف والوضیع خمسة خمسة[2] یعنی وہ ہر اعلیٰ و ادنیٰ کو یومیہ صرف پانچ ہی حدیث سناتے تھے

(۴۸) امام زہریؒ جیسے قوی الحافظہ شخص صرف دو دو حدیثیں اپنے شیوخ سے حاصل کرتے اور اپنے رفقاء و تلامذہ سے فرماتے بذلك العلم حدیث او حدیثان کہ علم نبوی ایک ایک دو دو حدیث حاصل کرنے سے قابو میں آ سکتا ہے۔ نیز امام زہریؒ نے کثرت طلبی سے منع کرتے ہوئے فرمایا ان هذا العلم ان اخذته بالمكاثرة له غلبك ولكن خذه مع الايام والليالى اخذا رفيقا تظفر به[3]۔ حافظ ابن الصلاحؒ نے امام زہری کا ایک اور مقولہ بھی نقل کیا ہے من طلب العلم جملة فاته جملة یعنی یہ علم سنن اگر بیک وقت بہت سا حاصل کرو گے تو تم اس پر قابو نہ پا سکو گے لیکن تھوڑا تھوڑا روزانہ ایک زمانہ تک حاصل کرتے رہو گے تو کامیاب رہو گے ورنہ طلب الکل فوت الکل بن جائے گا۔

الحاصل صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور آئمہ حدیثؒ نے ہر دور میں ضبط روایت، صحت حدیث، صحت سماع، صحت نقل اور حفظ حدیث کے سلسلہ میں اپنے عظیم احتیاط کو اچھی طرح ملحوظ رکھا ہے اس غایت احتیاط کے باوجود احادیث میں خلط ملط، زیادتی و نقصان، تحریف و تبدیل، خطاء و عدم حفظ کا خیال ان لوگوں کے متعلق کیا جانا سرتاسر ایک ایسا الزام ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں اور یہ درحقیقت منکرین حدیث کی نہ صرف حدیث دشمنی بلکہ تاریخ حدیث سے ناواقفی، انصاف و دیانت کی دشمنی بلکہ خود عقل سلیم کی بھی دشمنی ہے (باقی)

[1] تذکرہ اول صہ ۱۴۳ [2] تاریخ صغیر صہ ۱۶۷ [3] فتح المغیث صہ ۳۳۱ [4] مقدمہ ابن الصلاح صہ ۱۲۹